در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

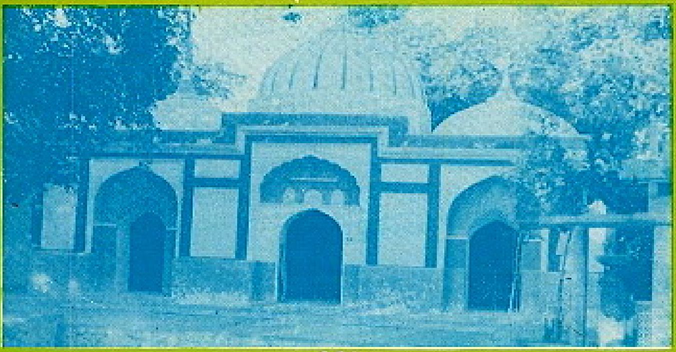

بیادگار

حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۵ — جلد نمبر ۷

یکم دسمبر ۱۹۹۵ء — ۸ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

مدیرِ اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	مصنف	صفحہ
۱	شذرہ	مدیر اعلیٰ	۲
۲	نعت شریف	صوفی حبیب اللہ قادری	۴
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	انوار علی المرتضیٰ	مدیر اعلیٰ	۸
۵	تجلیاتِ غوثیہ	مدیر اعلیٰ	۱۰
۶	بحضور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (منقبت)	حضرت علامہ سید نصیر الدین صاحب گیلانی نصیر گولڑوی	۱۲
۷	صدیق اکبر اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	وجاہت رسول قادری	۱۴
۸	استفتاء مع الجواب	حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمٰن صاحب	۲۱
۹	عشق رسول اور علامہ اقبال	سیدہ ربیعہ بخاری	۲۶
۱۰	اسرارِ محبت	ڈاکٹر خالد نور قادری	۳۲

شذرہ — مدیرِ اعلیٰ

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

خلیفۂ اوّل، امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُمتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر اَن گنت اور بے شمار احسانات ہیں۔ پیارے محبوب، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمّدِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے بعد آپ نے اپنی زبردست دینی فراست اور عزم و استقامت سے کام لے کر اُمّتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو افتراق و تشتّت سے بچایا اور خلافتِ راشدہ کا مقدّس اور عظیم الشان نظام قائم فرمایا جس کی پیش گوئی حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود زبانِ نبوّت سے ارشاد فرما چکے تھے۔ چنانچہ

- مسندِ خلافت پر تشریف فرما ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرتِ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی فوجی مہم روانہ فرمائی۔
- جھُوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع فرمایا۔
- مُرتدین عرب کی سرکوبی فرمائی۔
- منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد فرمایا۔
- قرآن مجید، فرقانِ حمید کو کتابی شکل میں جمع فرمایا۔
- ملکی نظم و نسق کو اعلیٰ خطوط پر استوار فرمایا۔
- فوجی نظام کی ترتیب و تنظیم کرتے ہُوئے امیر الاُمراء یعنی کمانڈر انچیف کا نیا عہدہ پیدا کر کے اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تقرر فرماتے ہُوئے فتوحاتِ اسلامیّہ کا سلسلہ از سرِ نو جاری فرمایا۔
- رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ جانثار فطرتاً اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ

سے متصف تھا سچائی و دیانتداری، فیاضی و مہمان نوازی، ایثار و قربانی، عفت و عصمت، صبر و تحمّل، عزم و استقامت اور تقویٰ و طہارت کی صفات آپ کی ذاتِ اقدس میں موجود تھیں اور پھر ان تمام خوبیوں کے منبع و سرچشمہ یعنی عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیکرِ اتم تھے جو آپ کی زندگی میں ہر لمحہ اور ہر قدم پہ جلوہ افروز نظر آتا ہے اور تمام اُمّت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور خالقِ کائنات کو آپ کا یہ محبّانہ انداز اس قدر پسند آیا کہ وصال کے بعد پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دائمی رفاقت عنایت فرمائی۔ چنانچہ ۶۳ برس کی عمر میں پیر کے دن منگل کی رات ۱۳ھ ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا اور سرورِ عالم و عالمیان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پہلو میں دفن ہو کر حضور کے رفیق زندگی ہونے کے علاوہ رفیق برزخ و آخرت کے منصب جلیلہ پر بھی فائز ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اُمتِ محمدیہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو صدیق اکبر کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت و اطاعت سے سرشار فرمائے۔ آمین ثم آمین وبجاہ سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

قارئینِ کرام توجّہ فرمائیں

جن حضرات کا گذشتہ سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے اُن سے گزارش ہے کہ وہ مبلغ ۱۷/- روپیہ جلد از جلد روانہ فرمائیں تاکہ انھیں اگلے سال کے لیے رسالے کی ترسیل جاری رکھی جا سکے۔

سید غلام الحسنین۔ منتظم اعلیٰ

۱۲۷۱
پندرہ روزہ الحسنؔ (پشاور) کوچہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور شہر

نعت شریف

صُوفی حبیب اللہ صاحب حاویؔ !

الٰہی بھیج دے ایسی ہوا مدینے سے !
کہ لے کے آئے وہ دل کی دوا مدینے سے

مدینہ تو ہے نظامِ خُدا کا اِک مرکز
مرادیں پاتی ہے خلقِ خُدا مدینے سے

تمنا میری بر آئے گی یا خُدا کب تک
نہیں گوارا رہوں میں جُدا مدینے سے

وُہ پہنچا قربِ خُدا میں جو پہنچا طیبہ میں
بُہت قریب ہے عرشِ عُلا مدینے سے

ترس رہا تھا زمانہ جب آبِ وحدت کو
برسنے کے لِیے اُٹھی گھٹا مدینے سے

اگرچہ دُور ہے طیبہ سے کعبۂ اقدس
مگر ہے نُور کا اِک سلسلہ مدینے سے

چمک اُٹھے مری تقدیر شامِ ہجراں میں
بُلاوا لائے جو بادِ صبا مدینے سے

اثر ضرور دواؤں میں ہے مگر حاویؔ
میں لے کے آیا ہوں دستِ شفا مدینے سے

تفسیر القرآن الحسنیہ
مدیر اعلیٰ

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور (یاد کرو) جبکہ تم نے عرض کیا اے موسٰی علیہ السلام ہم آپ پر ایمان نہیں لائینگے یہاں تک کہ ہم ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں۔ پس تم کو کڑک (موت) نے آلیا اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔ ہم نے تمہارے (اس) مرنے کے بعد تمہیں پھر زندہ کیا تاکہ تم احسان مانو۔

لُغت :- نَرٰی : جمع متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ ہم دیکھ لیں، ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس کا مصدر رویت ہے۔ ان آنکھوں سے جو کہ پیشانی میں لگی ہوئی ہیں کسی چیز کو جسمانی اور مادی طور پر ظاہراً دیکھنا مراد ہے۔ الصّٰعِقَةُ : اس کی جمع صواعق ہے زمین پر گرنے والی بجلی، موت، ہر مہلک عذاب کی چیخ[۱] صاحب مفردات القرآن لکھتے ہیں۔ الصاعقہ۔ اور صاقعہ دونوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی ہولناک دھماکہ لیکن صعق کا لفظ اجسام ارضی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور صَعق اجسام علوی کے بارے میں ہے[۲]۔ بَعَثَ : جلانا، زندہ کرنا، کھڑا کرنا۔ مبعوث کرنا۔ چنانچہ یوم البعث اسی سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن ہے[۳]۔ معلوم ہوا کہ بعث اپنے قرائن کے اعتبار سے معنی دیتا

۱؎ المنجد، دارالاشاعت کراچی ص ۶۶۶

۲؎ امام راغب، مفردات القرآن ص ۴۹۲ ، ۳؎ المنجد، دارالاشاعت ص ۹۲

ہے۔ چنانچہ یہاں پر بعث کا قرینہ موت واقع ہُوا ہے تو اس کے معنیٰ دوبارہ زندہ کرنے کے ہیں

تفسیر:- اس آیۂ کریمہ میں حسب سابق اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ نے پیارے محبوب مکرم جناب محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وساطت سے بنی اسرائیل کو اپنا وہ احسان یاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کے اکابرین نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ یہ جو الواح آپ لائے ہیں تو اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں ہم کو پیش کریں تاکہ ہم اِن آنکھوں کے ساتھ اللہ جل جلالہٗ کو دیکھیں کہ وہ آپ کو الواح عطا فرما رہے ہیں یا آپ سے ہم کلام ہیں۔ جب تک آپ یہ کام نہیں کریں گے۔ ہرگز ہرگز ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور نہ ہی آپ کی اس بات پر یقین کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے ہیں چنانچہ ان اکابرین بنی اسرائیل کے اصرار پر جناب سیدنا موسیٰ علیہ السلام ستّر اکابرین کو لیکر کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ یا اللہ یہ لوگ تو ایسا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ نے ان لوگوں کے اس انکار و گستاخی پر آسمان کی طرف سے ایسی آگ بھیجی جو ہولناک آواز کی صورت میں تھی جس سے وہ سب کے سب مر گئے۔ اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! اب میں قوم کو کیا جواب دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرما کر دوبارہ ان کو زندگی عطا فرما دی۔ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں اور جناب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں اس کا یقین کر لیا کریں۔ انکار نہ کیا کریں۔

اس آیۂ کریمہ سے معتزلہ نے اور آج کل کے یورپ زدہ اور نوزائیدہ علماء مفسرین نے رویت باری تعالیٰ کا دُنیا و آخرت میں انکار کیا ہے۔ مگر اہل سنت اور علمائے سلف دُنیا و آخرت میں رویتِ باری تعالیٰ کے جواز کے قائل ہیں

چنانچہ صاحب قرطبی فرماتے ہیں:۔

(اور رویت باری تعالیٰ کے جواز میں،

وقد اختلف فی جواز رؤیۃ اللہ تعالیٰ، فاکثر المبتدعۃ علیٰ انکارھا فی الدنیا والاٰخرۃ واھل السنۃ والسلف علیٰ جوازھا فیھما ووقوعھا فی الاٰخرۃ۔

(اور رویت باری تعالیٰ کے جواز میں اختلاف کیا گیا ہے پس بدعتی معتزلہ دنیا اور آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے منکر ہیں مگر اہل سُنّت اور علمائے سلف دنیا و آخرت میں رویتِ باری تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں۔)

قرطبی کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص رویتِ باری تعالیٰ کے وقوع کا دنیا و آخرت میں اقرار نہیں کرتا وہ اہل سنّت کے مذہب سے نہیں اور نہ ہی عُلمائے سلف کا پیروکار ہے۔

مفسّرِ قرآن حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مُراد آبادی اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اس سے شانِ انبیاء معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لن نؤمن لک کہنے کی شامت میں بنی اسرائیل ہلاک کئے گئے حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ انبیاء کی جناب میں ترکِ ادب غضبِ الٰہی کا باعث ہوتا ہے اس سے ڈرتے رہیں۔ مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولان بارگاہ کی دعا سے مُردے زندہ فرماتا ہے۔"

مدیرِ اعلیٰ

انوارِ علی کرم اللہ وجہہ

حدیث ۳ / ۶۶ اَخبرنا زکریا بن یحییٰ قال حدثنا عثمان قال حدثنا عبد اللہ بن نمیر قال حدثنا مالک بن مغول عن الحارث بن حصیرۃ عن ابی سلیمان الجھنی قال سمعت علیًّا علی المنبر یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ۔

ترجمہ "ابو سلیمان جہنی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ سے سُنا جبکہ وہ منبر پر تشریف فرما تھے، فرماتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں۔"

تشریح بعض دوسری کتابوں میں ان الفاظ سے زیادہ کچھ لکھے ملتے ہیں مگر جس کتاب سے یہ ترجمہ ہو رہا ہے اس کتاب میں چونکہ وہ زائد الفاظ موجود نہیں اس لیے یہاں ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرُ قولِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٌّ منّی وانا منہ

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا ذکر ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

قبلۂ عالم حضرت سید مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

حُبِّ نبی ہے مہرِ علی اور مہرِ علی ہے حُبِّ نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں ما بین پیا

حدیث ۶/۱ انبأنا بشر[۱] بن هلال عن جعفر[۲] بن سلیمان عن یزید[۳] الرّشک عن مطرّف[۴] بن عبد اللہ عن عمران[۵] بن حصین قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

اَنَا عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔

ترجمہ عمران بن حصین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ (جناب) علی المرتضیٰ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

تشریح ارشاد ہے کہ "(جناب) علی المرتضیٰ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ ہر ایک مومن کے ولی ہیں"۔ یعنی حضور سیّد الکُل، فخرِ رُسل، امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشادِ گرامی سے جناب امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ مقام اور عظیم منزلت کی ایک عظیم الشان نشاندہی ہو رہی ہے گویا وجوداً، ظاہراً اور باطناً پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ایک ہی نُور کے دو وجود ہیں۔

توتن شدی من جاں شدم توجاں شدی من تن شدم
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تشریح اسنادہ صحیح۔ (ابو اسحاق الحوینی، تہذیب خصائص الامام علی ص۶۶)

مدیر اعلیٰ

تجلّیاتِ غوثیّہ

جان لینا چاہیئے کہ استخارہ ہی استخارۂ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اس استخارہ میں خیر کی طلب ہے یعنی اگر اس کام میں میرا بھلا ہے تو میسر ہو جائے اور اگر بھلائی نہیں تو مجھ سے دور کیا جائے اس کی انتہا سات دن تک ہے۔ یعنی سات دن تک کرنا چاہیئے کوئی نہ کوئی صورت نظر آ جائے گی۔ البتہ بعض بزرگانِ کرام تو نمازِ استخارہ اور دعائے استخارہ روزانہ پڑھتے ہیں۔ نیز کسی خاص مقصد کا ارادہ بھی نہیں کرتے اور بجائے اس کے یہ پڑھتے ہیں "ماکنت تعلم ان ذالک الامر خیرلی" اور مشائخ کے ہاں استخارہ کا یہ طریقہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد نیا وضو کر کے بدستور سابق دو رکعت نفل ادا کرے پھر سَو مرتبہ درود شریف پڑھے، درود پڑھنے کے بعد ایک ایک ہزار مرتبہ یاعلیمُ، یا خبیرُ یاظاہرُ یا مُبینُ پڑھے اور اپنے دل میں مقصد رکھ کر یہ کہے کہ "اے میرے اللہ! اس کام میں جو میرے لیے مقدر ہے وہ مجھ پر ظاہر ہو جائے"۔ اس کے بعد کسی سے کلام نہ کرے اور سو جائے۔ نیز زمین پر قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے داہنی کروٹ پر لیٹ جائے۔ اس استخارہ کا عمل تین رات مقرر ہے اور یہ عمل بدھ کی رات سے شروع کر کے جمعہ کی رات تک کرے۔ انشاء اللہ اس کا مقصود ظاہر ہو جائے گا۔ اسی طرح یاہادیُ اور یارشیدُ اسی طریق پر ہزار ہزار بار پڑھے تو یہ بھی وہی خاصیت رکھتا ہے۔

صلوٰۃ الاسرار کا بیان:- مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الاسرار پڑھنی چاہیئے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔ سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی رُوح پُرفتوح کے نیاز کرے۔ اس کے بعد گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چلے (جو کہ قطب اور مغرب کے درمیان ہے)

اور ہر قدم پر یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اَغِثْنِیْ وَاَمْدِدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حاجتی کہے اس کے بعد اسی مقام پر کھڑے ہو کر اپنا حال عرض کرے اور اسی طرح الٹے قدم واپس اپنی جگہ پر آئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے (اور بعض کتابوں میں یہ دوگانہ دوسرے طریقوں پر بھی بیان کیا گیا ہے جو کہ اس کتاب کے آخر میں تحریر کر دیا جائے گا۔

سالک کو چاہیئے کہ تمام اعمال اور احوال میں احوط اور عزیمت پر عمل کرے۔ جواز اور رخصت پر اکتفاء نہ کرے اور وضو کرتے وقت اور نہاتے وقت کلمۂ شہادت پڑھتا رہے۔ اگر نوافل اور تہجد میں ادعیۂ ماثورہ پڑھے اس کے لیے بہت اچھا ہے۔ کیونکہ محبت سے اتباع کرنے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ تکبیر کے بعد اور قرأت سے پہلے جیسا کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تکبیر کے بعد یہ الفاظ مبارک پڑھا کرتے تھے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اور اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَعَمِلْتُ سُوْٓءً وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِنَّهٗ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّآ اَنْتَ وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَهَا اِلَّآ اَنْتَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ بِیَدَیْکَ وَمِنْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ اِنِّیْ تُبْتُ اِلٰی بَابِکَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

(جاری ہے)

بحضور

حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

حضرت علّامہ سیّد نصیر الدین شاہ نصیرؔ گیلانی نبیرۂ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مسلّم ہے محمّد سے وفا صدّیقِ اکبر کی۔؟
نہیں بھولی ہے دُنیا کو ادا صدّیقِ اکبر کی

اب اس سے بڑھ کے کیا ہو گی ثناء صدیق اکبر کی
نبی تعریف کرتے تھے سدا صدیقِ اکبر کی

رسول اللہ کے لطف و کرم سے یہ مِلا رُتبہ
مدد کرتا رہا ہر دَم خدا صدّیقِ اکبر کی

حقیقت ہے بڑے لوگوں کی ہوتی ہیں بڑی باتیں
زمانے سے بیاں ہو شان کیا صدیق اکبر کی

نجابت میں، شرافت میں، رفاقت میں، سخاوت میں
ہُوئی شہرت یہ کس کی بجا، صدیقِ اکبر کی

یہ خود اک صدق ہے کوئی اگر اس راز کو جانے
صداقت ہی صداقت تھی صَدا صدّیقِ اکبر کی

زمیں پہ دھوم ہے اُن کی فلک پر اُن کے چرچے ہیں
کہیں گے داستاں ارض و سما صدّیقِ اکبر کی

مؤرخ دم بخود ہے سر بسجدہ ہے قلم اُس کا
عیاں ہے عظمتِ صدّق وصفا صدیق اکبر کی
جو اُن کا ہے رسول اللہ اس کے ہیں خدا اُس کا
ولایت کا وسیلہ ہے ولا صدیقِ اکبر کی
کمی کیسی نصیرؔ اُن کے مدارج میں مراتب میں
بڑی توقیر ہے نامِ خدا صدّیقِ اکبر کی

بقیہ :: اسرار محبّت

(۱۲) اسم اللہ ملفوظی کر کے لکھیں، پھر اس کی تلخیص کریں یعنی مکرّر حرف گرادیں. اب باقیماندہ حروف کے اعداد کبیر کو بسیط، بسیط کو صغیر، صغیر کو اصغر بقاعدہ جفر بنائیں تو تین باقی رہتا ہے.

اللہ ۔ جل شانہ'

ال ف ل ا م ل ا م ھ ا

ال ف ل م

۱ + ۳۰ + ۸۰ + ۴۰ + ۵

۱ + ۳ + ۸ + ۴ + ۵ = ۲۱

۱ + ۲ = ۳

اسی طرح اسم محمّد۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

م ی م ح ا م ی م د ا ل

م ی ح ا

۴۰ + ۱۰ + ۸ + ۱   ۴ + ۳۰

۴ + ۱ + ۸ + ۱   ۴ + ۳ = ۲۱

۱ + ۲ = ۳

وجاہت رسول قادری
کراچی

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

اور

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عشقِ مصطفوی کی محویت اور جمالِ نبوی کی شیفتگی ہی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو ایمان کی وہ دولت بخشی تھی جس کے بارے میں سرکارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ساری دُنیا کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دُوسرے پلڑے میں ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کا ایمان رکھا جائے تو وہ پلڑا بھاری ہوگا جس میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کا ایمان ہوگا۔

اس کمال ایمان کا راز یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کو کسی حقیقت کے لیے کسی دلیل و بُرہان کی حاجت نہ تھی۔ ان کی چشمِ باطن ہر اس چیز کو عیاں دیکھتی تھی، جس کا انتساب سرکارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہو۔ یہ نورِ بصیرت عشقِ رسول ہی کا فیضان تھا کہ معراجِ نبوی کی آپ نے اس وقت تصدیق کی جب دُنیا دلیل و جستجو میں تھی۔ آپ کے لیے اس خبر کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ اس کا انتساب محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف تھا۔

ربط اور نسبتِ رسول مستقی ہونے کے لیے ضروری ہے جو اس صدق کو پرکھنے لگا وہ ابوجہل ہوگیا، جو عقل کے پیمانے سے ناپنے لگا وہ ابولہب ہوگیا اور جنہوں نے آنکھ بند کرکے تسلیم کرلیا وہ صدیق بن گیا۔

یوں تو ہر ایمان والے کا دِل عشقِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نُور سے منوّر ہوتا ہے، مگر صدّیقِ اکبر کے سوز و سازِ عشق کا بہت بڑا امتیاز یہ ہے کہ ذاتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو

محبوبیتِ عظمٰی اور بزمِ کون و مکاں میں اللہ تعالیٰ کے شاہدِ اکبر ہونے کا جو مقامِ رفیع حاصل تھا، اس کا اظہار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شیفتگی ہی سے ہوتا ہے۔ آپ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نقدِ دل و جان پیش کر کے دنیا کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و شاہد سے مخلوقِ خدا کا رشتہ کیسا اور کس معیار کا ہونا چاہیے۔ جلوۂ جمال، جس شیفتگی اور محویت کا تقاضا کرتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عشق اسی شیفتگی، گرویدگی اور فدائیت کی اعلیٰ مثال ہے۔

روح البیان کے مصنف نے قرآن کریم کی آیت اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (النمل ۶۲) کے ضمن میں ایک حدیث نقل کی ہے جو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار فرمایا، مجھے تین چیزیں بہت مرغوب ہیں یہ سُن کر صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی تین پسندیدہ چیزیں بیان کیں۔ کسی نے نماز کسی نے شجاعت، کسی نے شہادت، کسی نے طاعت و ریاضت اور کسی نے صیام و قیام کا ذکر کیا، لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو انہوں نے مکمل سوز و عشق کے ساتھ بصد ادب عرض کیا کہ فِدَاكَ بابی و اُمّی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے تو دنیا میں صرف تین چیزیں سب سے زیادہ مرغوب ہیں۔ اور جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ کیا؟ تو آپ نے عرض کیا کہ ایک تو آپکے رخِ پاک کا دیدار اور دوسری یہ بات کہ یہ دنیا ہو یا وہ دُنیا، میں آپ کی مجلس پاک میں رہوں۔ تیسری یہ بات کہ آسمان و زمین میرے لیے سونا بن جائیں اور میں آپ پر نثار کر دوں۔

اس فدائیت، اس جاں نثاری اور تمنّائے رفاقت کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کو صاحب و رفیق رسول خود رب العالمین نے فرمایا: وَاِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ: ۴۰)

دوسروں کے صحابی ہونے سے انکار نہیں ہے، بلکہ اس پر ایمان ہے، لیکن صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، وہ واحد صحابی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ وحیِ الٰہی کی زبان نے اختصاص

کے ساتھ ان کو صحابی کہہ کر ان کے عشقِ بے مثال پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے حکم پر اپنا اثاثہ سرکارِ دوجہاں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور اپنے تنِ پاک پر صرف ایک کمبل ڈال کر ببول کے کانٹوں سے گریباں کے چاک کو ٹانک لیا، تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ ابوبکر! اپنے لیے کیا، چھوڑا؟ تو آپ نے اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سرمائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا۔ ؎

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں مرقوم ہے کہ سارا اثاثہ نذر کرنے کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، نے جو کمبل اوڑھ لیا تھا اسی لباس میں ملبوس ہو کر حضرتِ جبریل بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور جب سرکارِ دوجہاں نے فرمایا، آج اس لباس میں کیوں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ آج آپکے صحابی حضرت ابوبکر نے آپ پر سب کچھ نثار کر کے کمبل اوڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ مجھے حکم ہوا کہ تم اسی لباس میں خدمتِ نبوی میں جاؤ اور میری طرف سے یہ کہو کہ وہ ابوبکر سے پوچھیں کہ میں تو خوش ہوں، لیکن سب کچھ نثار کر کے وہ بھی خوش ہیں یا نہیں؟ اللہ کے محبوب نے جب پوچھا، تو انہوں نے فدائیت اور صدیقیت کے پورے جذبے سے سرشار ہو کر کہا، کاش کچھ اور ہوتا، تو وہ بھی حاضرِ خدمت کرتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آپ کی رضا سے بڑھ کر بھی کوئی دولت ہو سکتی ہے؟

یہ واقعہ الفاظ کے تھوڑے ردّ و بدل کے ساتھ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب الشفاء میں نقل کیا ہے۔

واقعاتِ ہجرت طبقات ابن سعد اور طبری کے علاوہ احادیث میں بھی تفصیل کے

ساتھ ملتے ہیں اور کچھ مستند کتابیں خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر بھی لکھی گئی ہیں۔ امام وجیہہ الدین کی کتاب نزہتہ الابرار میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت راہ کی ناہمواری کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، نے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے درخواست کی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے دوش پر سوار ہوں۔ تھوڑی سی مسافت اس طرح طے ہوئی آقائے دوجہاں صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سوئے کعبہ دیکھ کر ارشاد فرماتے تھے۔

"اے کعبہ! مجھے تجھ سے شدید محبت ہے۔ اے مکہ! مجھے تجھ سے شدید محبت ہے، مگر تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے۔"

تھوڑی دیر بعد آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے پوچھا کہ کیا تم کعبہ سے محبت کرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب بھی کعبہ کی یاد آئی نگاہ اٹھا کر حضور کا رُخِ انور دیکھ لیا تو سرزمینِ کعبہ چھوٹنے کا غم جاتا رہا۔

آپ نے عشقِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا انداز دیکھا؟ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، کی وفا کوشی دیکھی؟ ان کے قلب و نگاہ کے کعبہ کو دیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا سارا وجود اگر چشم و نظر بن جاتا تو بھی رُخِ مصطفےٰ کے دیدار سے وہ سیر نہ ہوتے۔ یہی وہ عشق تھا جس نے ان کو منبرِ نبوی اور محرابِ رسول میں نیابت اور خلافت کا شرف بخشا، جو عشقِ رسول میں سب کچھ نثار کر کے دِل کی پوری گہرائیوں سے ہر ادا پر قربان ہو کر خود جمالِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا آئینہ بن جاتا ہے۔ یقیناً انبیاء کے افضل الخلائق ہوتا ہے۔ اور محبوبِ رسول۔ محبوبِ خُدا اور محبوبِ ملائک کے علاوہ محبوبِ خلق بھی ہو جاتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآنِ کریم کی ۲۱ آیاتِ مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے حسنات بیان کیے گئے ہیں اور جہاں تک احادیثِ نبویہ کا تعلق ہے، علینی اور ابن حجر کے علاوہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یُوں تو ۳۱۶۔ احادیثِ مبارکہ میں آپ کی منقبت ہے لیکن ۱۶۔ احادیثِ نبویہ

میں خالصتہً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ہی کے مناقب ہیں وہ مناقب جن سے ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کا قرب اختصاص جمالِ مصطفوی پر ان کی فدائیت، ان کی جاں سپاری اور جاں نثاری کا ذکر ہے اور صِلے کے طور پر ان کی اکملیت اور افضلیت کی ایسی سند عطا فرمائی گئی جس پر ساری کائنات کے عُشاقِ رسول قیامت تک فخر کرتے رہیں گے۔

ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء میں روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہُوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے زیادہ بزرگ ہو۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کی حقیقی نیابت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ہی نے کی۔ اس لیے کہ حدیث شریف ہے کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ مہربان و شفیق ابوبکر (رضی اللہ عنہ،) ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں قدم رکھنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ہوں گے اس لیے ان کی جان پاک نثارِ مصطفیٰ تھی تو ان کا مال بھی آقائے دوجہاں کا مال تھا۔ بخاری کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے مال کو اپنے مال کی طرح صرف فرماتے تھے۔ اسی لیے یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ میں نے سب کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے لیکن ابوبکر کے احسانات کی جزا قیامت میں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ وہ جزا کیا ہو گی اس کا اندازہ کرنے کے لیے ترمذی کی اس حدیثِ نبوی کو پیشِ نظر رکھئیے۔ "اے ابوبکر رضی اللہ عنہ، تم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی خوشنودی سے سربلند فرمایا انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ سب سے بڑی خوشنودی کیا ہے۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ مخلوق کے واسطے عام تجلی فرمائے گا لیکن تمہارے واسطے خاص تجلی"۔

بس یہی مخصوص تجلی آپ کے عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صلہ ہے جس سے صرف

آپ نوازے جائیں گے اور وہ قلب پاک آپ ہی کا ہوگا جو اس جلوۂ خاص کی تاب لا سکے گا۔ عشقِ مصطفوی نے دلِ صدّیق کو مظہرِ نورِ خدا بنا دیا۔ یہ منبعِ عطا آقائے دوجہاں صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کرم ہے کہ ؎

لاکھوں میں انتخاب کے قابل بنا دیا
جس دل کو تم نے دیکھ لیا دِل بنا دیا

صحاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث مروی ہے کہ آپ کی ایک نیکی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی ساری نیکیوں کے برابر ہے یہ ایک نیکی وہی تھی جس کو عشقِ مصطفوی کہتے ہیں جس کی بدولت آپنے مدعیانِ نبوّت کو جہنّم رسید کیا۔ فتنۂ ارتداد کی آگ بُجھائی۔ مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا۔ پوری اُمّت کو مصحفِ پاک کے ایک نسخے پر متفق کر کے وحدتِ بے مثال قائم کی اور یہ ثابت کر دیا کہ عشقِ محبوب اور محبوب کی سُنّت و شریعت اور نظامِ مصطفوی کے سوا کچھ اور گوارا نہیں کر سکتا، جو آپ کی منقبت بیان کرتا تھا، سرکارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسّان نے آپ کی منقبت میں جب اشعار پڑھے تو سرکار نے مکرّر پڑھنے کی فرمائش کی۔ کاش یہ منقبت اس غلام کی جانب سے بھی قبول ہو اور سوزِ صدّیق کا ذرّہ اسے بھی نصیب ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے سوزِ عشق کی قدر و قیمت کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہو سکتا ہے جو محب الدین طبری نے اپنی کتاب الریاض میں نقل کی ہے۔

سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا ؎

"ابوبکر کو تم پر نماز یا روزے کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے، بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہے، جو ان کے سینے میں ہے۔"

وہ باوقار چیز کیا ہو سکتی ہے اس کی وضاحت بھی الریاض ہی میں مندرج ایک

دوسری حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو وحی بھی مجھ پر نازل ہوئی، مَیں نے اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے سینے میں نچوڑ دیا۔"

یعنی وحیِ الٰہی کا عُصارہ تھا، یہ عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نُور تھا جس سے ان کا سینہ مطلعِ انوار بن گیا تھا۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق کے قلب پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ کے طور پر ہوتا ہے قلب کی اسی روشنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب نے ان کو اپنی سمع و بصر سے تعبیر کیا یہ رفاقت اور ضمنیتِ کُبریٰ سے بُلند تر مقام ہے جس کو اصطلاحِ تصوّف میں برزخیت کہتے ہیں۔

اسی سوزِ عشق کے ضمن میں ان کی اس ممتاز خصوصیت کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ قرآنِ کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک صفتِ اوّاہ بیان کی گئی ہے حضرتِ صدیقِ اکبر اس صفت کے مظہرِ اتم تھے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ رات کو ان کی گلی سے اگر گزر ہوتا تو ان کے سینہ سے آہ و فغاں کی آواز آتی تھی اور باہر تک سُنائی دیتی تھی اسی کی برکت سے انہیں آج بھی رفاقتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل ہے۔ حوضِ کوثر پر بھی ہوگا اور فردوسِ بریں میں بھی ؎

جاں می دِھم بہ بُوئے قبائے تو یارسول
سرمی دِھم بہ کُوئے لِقائے تو یارسول
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

استفتاء مع الجواب

مفتی حضرت علامہ پیرزادہ خلیل الرحمٰن صاحب قادری، نقشبندی مجددی گلوزوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں عمامہ (پگڑی) سر پہ باندھنا شرعاً کیسا ہے، عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے یا کہ نہیں۔

اگر کوئی شخص صرف ٹوپی پر ہمیشہ نماز پڑھے اور پگڑی باندھنے کے لیے اس کو کہا جائے تو جواباً کہتا ہے کہ ننگے سر پہ بھی نماز ہوتی ہے مہربانی فرما کر ان سب باتوں کی وضاحت شرعی حیثیت پر بحوالہ کتب حنفی درج فرما کر مشکور فرمادیں۔ بیّنوا توجروا

(المسئول مکرم خان استاد موضع دلہ زاک ڈسٹرکٹ پشاور ۲۵/۹/۹۵)

الجواب وھو الموفق الوھاب

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دخل النّبی صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلیہ عمامۃٌ سوداء (ترمذی شریف ج ا کتاب اللباس ص ۳۰۴)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور ان کے سر مبارک پر سیاہ (کالی) پگڑی تھی۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم اِذا اِعتمّ سدل عمامتہٗ بینَ کتفیہِ رواہُ ترمذی (مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس ص ۳۷۴)

ترجمہ:۔ روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ حضور

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب عمامہ (مبارک) (پگڑی) باندھتے تو شملہ (مبارک) اپنے کندھوں مبارک کے بیچ میں لٹکا دیتے تھے۔

وعن عبادۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علیکم بِالعمائم فانّہا سیماء الملٰئکۃ و ارخوھا خلفَ ظھورکم رواہ البیھیقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس ص) (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۱۴۱)

وضاحت:- اس حدیث شریف کی تشریح یہ ہے۔ (ترجمہ) حضرت عبادۃ، رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لازم ہے تم کو عمامہ (پگڑی) یعنی پگڑی کا سر پہ باندھنا اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے، مطلب یہ کہ جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے جن فرشتوں کو مسلمانوں کی امداد کے لیے بھیجا تھا ان کے سروں پہ پگڑیاں تھیں اس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ پگڑی استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کا سبب ہے اگر پگڑی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتی تو اپنے فرشتوں کو پگڑیوں سے مزیّن فرما کر جنگِ بدر میں نہ بھیجتا۔ لہٰذا حدیث شریف کا مطلب یہ ہُوا کہ ہمیشہ یا نماز کے وقت عمامہ (پگڑی) باندھا کرو عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) نمازوں سے افضل ہے عمامہ کے تفصیلی مسائل کے لیے فتاویٰ عالمگیری ملاحظہ فرماویں۔

بخوف طوالت مزید احادیث کو درج نہیں کیا گیا ورنہ پگڑی کے بارے میں چالیس سے زیادہ حدیثیں وارد ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح ج ۶ ص ۱۴۱، کتاب اللباس شرح مشکوٰۃ المصابیح)

نوٹ:- اب چند اقوال محدثین حضرات اور مذہب حنفی کے چند معتبر و مستند کتابو

کے حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں پوشیدن عمامہ سنّت است و احادیث بسیار در فضل آن وارد و آمدہ است کہ دو رکعت نماز با عمامہ بہتر است از ہفتاد رکعت بے عمامہ، (ترجمہ) عمامہ استعمال کرنا سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے اور فضیلتِ عمامہ میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ جس کا انکار جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ اور دو رکعت نماز پگڑی کے ساتھ بغیر پگڑی کے ستّر رکعت نماز سے افضل ہے۔ (شیخ عبدالحق ج ۳ ص ۵۸۳)

مظاہر الحق میں ہے کہ استعمال پگڑی کا سُنّتِ رسول علیہ السلام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پگڑی مبارک کبھی کالی ہُوا کرتی اور کبھی سبز اور کبھی سفید ہوتی تھی اور پگڑی مبارک ہمیشہ ٹوپی مبارک پر باندھتے تھے اور ایک دو مرتبہ یعنی کبھی کبھار صرف ٹوپی مبارک کے ساتھ نماز بیانِ جواز کے لیے بھی ادا فرمائی۔ یعنی جس کو پگڑی میسر نہ ہو تو صرف ٹوپی کے ساتھ بھی نماز ادا کر سکتا ہے لیکن پھر بھی حصولِ ثواب کے لیے پگڑی کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ پگڑی نہ باندھنے سے نماز میں تارکِ سُنّت ہوگا اور فضیلت و ثوابِ عمامہ سے محروم۔ (مظاہر الحق ج ۳ ص ۵۳۵)

شرح سفر السعادت میں ہے کہ عمامہ استعمال کرنا سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور با عمامہ نماز ادا کرنے میں بہت زیادہ ثواب ہے اور کتابوں سے ثابت ہے کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز افضل ہے بغیر عمامہ کے ستّر نمازوں کے جیسا کہ جامع الرموز میں درج ہے۔ وفی الحدیث الصلوٰۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلوٰۃ بغیر عمامۃ الخ (جامع الرموز ص ۸۶)

(ترجمہ) حدیث شریف میں ہے کہ نماز عمامہ کے ساتھ افضل ہے بغیر عمامہ کی ستّر نمازوں سے۔

(شرح سفر السعادت ص۴۳)

مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرآۃ المناجیح (جلد ۶ ص۱۰۵) پر درج ہے کہ بعض روایات
سے ثابت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو عدد عمامے مبارک تھے ایک پنجگانہ
نماز کے لیے اور ایک جمعہ کے لیے لیکن بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضور مبارک
کے تین عمامے مبارک تھے ایک پنجگانہ نماز کے لیے جو چھ ہاتھ (۳ گز) تھا اور ایک
نماز جمعہ کے لیے جو سات ہاتھ (ساڑھے تین گز) تھا اور ایک عمامہ شریف نماز عیدین
کے لیے تھا اور شرعی گز سے بارہ گز تھا، (انتہیٰ)

فتاویٰ مسعودی میں ہے "پس باید دانست کہ عمامہ بستن سُنّتِ پیغمبر صلّی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم است و در مناقب العلوم آوردہ کہ دستار سپید باید داشتن از
برائے اقامت سنتِ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و ہر چند کہ دستارِ دراز تر بود ثواب
نماز بیشتر بود و دستار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ ہمیشہ می بست ہفت گز بود
و دستار کہ روزِ عید می بست دوازدہ گز شرعی بود و مستحب است و نبالۂ دستار
فرو گذاشتن میانِ ہر دو شانہ مقدار یک بالشت یا دو بالشت و بس ۔

ترجمہ :- جان لینا چاہیئے کہ پگڑی باندھنا سُنّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
ہے اور مناقب العلوم میں ہے کہ عمامہ سفید ہونا چاہیئے سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم پر عمل کرنے کی نیت سے اور پگڑی جتنی لمبی ہوگی نماز میں ثواب زیادہ ہوگا اور
حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمیشہ جو پگڑی مبارک استعمال فرماتے وہ سات گز تھی اور
عیدین کے لیے پگڑی بارہ گز تھی اور مستحب ہے کہ شملہ کو دونوں کندھوں کے
بیچ میں پیچھے کی طرف لٹکائے جس کی لمبائی دو بالشت سے زیادہ نہ ہو (فتاویٰ
صلوٰۃ مسعودی جلد اوّل ص۶۲)

توضیح: معلوم ہو کہ صلوٰۃِ مسعودی مذہب حنفی کی معتبر کتاب ہے۔

تنبیہ: عمل کرنے والے کے لیے تو ایک بھی دلیل کافی ہے اور جس کے دل میں یہ جذبہ نہ ہو تو اس کے آگے شریعتِ اسلام کی تمام کتابیں بھی ڈھیر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں آج کل اس پُرفتن دور میں تو فرائض بھی لوگ ترک کر دیتے ہیں اور خوفِ خدا نہیں کرتے نہ موت اور قبر کو یاد کرتے ہیں اور نہ اس ہولناک حشر کے دن کو مدِنظر رکھتے ہیں اور سُنّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تو کوئی قطعاً پرواہ نہیں کرتے اور اسی پُرفتن دور کے بارے میں جبکہ سُنّت پر لوگ عمل نہیں کریں گے بلکہ سُنّت کی توہین کریں گے۔ حضورِ پُرنور شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہماری سُنّتوں پر لوگ عمل چھوڑ دیں گے تو ایسے وقت میں ہمارے جس اُمّتی نے ہماری سُنّت کو زندہ کیا اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا اجر ہے۔ سبحان اللہ اور آج کل تو وہ لوگ جو قرآن و حدیث کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں دین کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں جو کہ خود بھی اور لوگوں کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ عمل کے لیے انشاء اللہ یہ دلائل بھی کافی ہیں اور کجرو کے لیے انبارِ کتب بھی بے سُود۔ ہٰذا ما عندی من الکتاب، اختصاراً فی الجواب

سانحۂ ارتحال

آغا سیّد رفاقت علی شاہ صاحب سرپرست انجمن محبانِ اولیاءؒ ڈڈبگہ کے خلف اکبر سیّد شفقت علی شاہ صاحب بنجادی کسٹم جج صوبہ سرحد پشاور و ممبر مجلسِ شوریٰ جمعیت سادات صوبہ سرحد کی ناگہانی وفات پر ہم اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کے والدین و بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جمعیت سادات اور ادارہ انجمن ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں

(مدیر اعلیٰ)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور علامہ اقبال

سیدہ ربیعہ بخاری
ایم اے (اردو)

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است
آبروئے ما زنامِ مصطفےٰ است

اقبال کو شاعرِ مشرق، ترجمانِ حقیقت، فلسفی، مفکر اور نشاۃ الثانیہ کے معمار کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب ہم اقبال کے کلام کا مطالعہ کریں تو اقبال ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔ اقبال کے تمام کلام کا خلاصہ توحید اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر لینے کے بعد انسان ان اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکتا ہے جو ازل سے اس کا مقدر ہیں۔ یوں انسان فریبِ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر مال و دولت اور رشتہ و پیوند کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے، توحید کے زور سے بتانِ رنگ و بو اور وہم و گمان کو پاش پاش کر کے رکھ دیتا ہے۔

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

توحید کے ابدی چشمہ سے رسالت کا آبِ شیریں فراہم ہوتا ہے جو انسانوں کے لیے آبِ حیات سے زیادہ قیمتی ہے۔ کلامِ اقبال میں بھی نبوت و رسالت کے بارے میں اتنا کچھ ہے کہ ان کا مقصدِ شاعری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال و اوصاف اور اسوۂ کاملہ کی تبلیغ و ترویج کے سوا کچھ نہیں۔ اقبال کو ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حیات و شاعری

ہیں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کے کئی واقعات سے جذبۂ عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنی تمام تر عقل اور فلسفہ دانی کو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پہ ڈھیر کر دیا۔" عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُن کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے ذہن و فکر پہ چھا گیا تھا۔ حالانکہ فلسفی ہونے کے حوالے سے فلسفہ کا سارا معاملہ عقل پر چلتا ہے۔ مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت کو وہ عقل کی کسوٹی پہ جانچنے کی جرأت نہ کرتے اس معاملہ میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے بس جو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرما دیا وہ دین و ایمان اور سر آنکھوں پہ۔ اس بارگاہ میں چون وچرا کی گنجائش ہی نہیں۔ سمعنا و اطعنا اطاعت و فرمانبرداری اور غلامی یہی ایمان کی دلیل بلکہ بُنیاد ہے۔ ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اگر بہ او (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ رسیدی تمام بُولہبی است

اقبال کی نجی زندگی پہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اقبال کی شخصیت صاحبِ کردار انسان اور راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے بھی اُسی رفعت و بُلندی پر نظر آئے گی جو عظمت اور امتیاز اُنہیں بحیثیتِ فلسفی، شاعر اور دانائے راز کے حاصل ہے۔ یہ زندگی جا بجا ایسی جھلکیوں سے آراستہ اور ایسی مثالوں سے پیراستہ ہے جو عاشقانِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیدائیانِ اُسوۂ حسنہ کا خاصہ تو ہوسکتی ہیں اور کسی کا نہیں۔

ایک مرتبہ فارمن کرسچن کالج لاہور کے سالانہ اجلاس میں کالج کے پرنسپل نے علامہ اقبال کو بھی دعوت دی۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد چائے کا بندوبست تھا

پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے اقبال سے کہا کہ تم چائے پی کے چلے مت جانا۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ لہٰذا چائے پینے کے بعد ڈاکٹر لوکس اقبال کے پاس آئے اور ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے۔

"اقبال! مجھے بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر پر قرآن کریم کا مفہوم نازل ہُوا تھا اور چونکہ انہیں صرف عربی زبان آتی تھی، انہوں نے قرآن کریم عربی میں منتقل کر دیا یا یہ عبارت ہی اس طرح اُتری تھی"۔ اقبال نے جواب دیا، "یہ عبارت ہی اس طرح اُتری تھی" جس پر ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا کہ "اقبال تم جیسا پڑھا لکھا اس پر یقین رکھتا ہے کہ یہ عبارت ہی اس طرح اتری تھی"۔

اقبال نے جواب دیا۔ "ڈاکٹر لوکس! یقین؟

"میرا تجربہ ہے مجھ پر شعر پورا اترتا ہے تو پیغمبر پر عبارت کیوں نہیں اتری ہوگی"۔

اقبال کے سامنے جب بھی کسی نے آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نام لیا اُن پر جذبات کی شِدّت اور رِقّت طاری ہوگئی۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے حکیم احمد شجاع جو کہ اکثر اقبال کے پاس آیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک واقعہ سُنایا کہ ایک دِن میں نے علاّمہ اقبال کو بہت زیادہ فکر مند اور مغموم پایا میرے استفسار کرنے پر علاّمہ نے خاص انداز میں نظریں اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا

"احمد شجاع! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں، کہ کہیں میری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ نہ ہو جائے"۔

یہی وجہ ہے کہ اس سچے عاشقِ رسول کی عمر آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو برس کم رہی لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس والہانہ عشق کے باوجود اقبال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سامنا کرنے اور عرض والتجاء کرنے میں حد درجہ شرمساری و خفت محسوس کرتے تھے کہ جب میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتا چاہتا ہوں تو میرا جذبۂ شوق مجھ سے کہتا ہے کہ اے پابندِ غیر جب تیرے اندر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک زندگی کا کوئی رنگ نظر نہیں آتا تو تجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک نام کو اپنے ناپاک ہونٹوں سے ادا کرنا زیبا نہیں۔

چوں بنامِ مُصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خوانم درُود
از خجالت آب می گردد وجُود

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر ٭ روزِ محشر عُذر ہائی من پذیر
گر تو مے بینی حسابم ناگزیر ٭ از نگاہِ مُصطفیٰ پنہاں بگیر

علامہ کے دِل میں عاشقانِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہُت زیادہ قدر و عزّت تھی اور وہ ان کے دل و جان سے مدّاح تھے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے دو واقعات کا ذکر کرنا بہُت ضروری ہے۔

غازی علم دین نے ایک دریدہ دہن ہندو راجپال کو (جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کتاب شائع کی تھی) اس کی گستاخی کی سزا یہ دی کہ اپنے تیشے سے اس کا سر قلم کر دیا اور اس کے عوض دُنیا کی عدالت سے سزائے موت اور منصفِ حقیقی سے حیاتِ جاوید پائی۔ غازی علم الدّین کی شہادت کے دنوں میں علامہ کی زبان سے یہ فقرہ بار بار سُنا گیا۔

"اسی گلاں کردے رہے، تے ترکھاناں دا مُنڈا بازی لے گیا"۔

(ہم باتیں ہی بناتے رہے اور نجار کا لڑکا بازی جیت گیا)

اس طرح کا دُوسرا واقعہ کراچی میں ۱۹۳۳ء میں ہُوا۔ ایک ہندو نتھورام

نے "ہسٹری آف اسلام" شائع کی جس میں آقائے دو جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ ابھی مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ ضلع ہزارہ کے ایک نوجوان غازی عبدالقیوم نے چاقو سے وار کر کے اُسے عدالت ہی میں ڈھیر کر دیا۔ غازی عبدالقیوم نے عدالت سے سزائے موت کا حکم سُن کر جن خیالات کا اظہار کیا۔ اُن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں کس قدر حساس، سرفروش و جاں نثار ہیں۔

"جج صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی یہ ایک جان کس گنتی میں ہے۔ اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کر دیتا۔"

علامہ اقبال نے "ضربِ کلیم" میں ان دو عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "لاہور و کراچی" کے عنوان کے تحت یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور ✿ موت کیا شئے ہے فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ ✿ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں ✿ حرف "لاتدع مع اللہ الٰھاً آخر"

ایک مرتبہ گفتگو کے دوران علامہ اقبال نے نہایت رقت انگیز لہجے میں فرمایا۔

"میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر یہ کہے کہ تمہارے پیغمبر نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔"

علامہ حج اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و سعادت کے لیے عمر بھر تڑپتے رہے۔ آپ نے اپنے ملنے والوں سے وقتاً فوقتاً اس آخری تمنا کا اظہا

بار بار کیا۔ وہ عازمین حج کو دیکھتے اور اُن سے خصوصی طور پہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کی خاطر دُعا کی فرمائش کرتے۔ چنانچہ مدینہ منوّرہ جانے والوں کو رشک و حسرت بھری نظروں سے دیکھتے۔ بقولِ امیر مینائیؒ ؎

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں ٭ حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

ایک مرتبہ جانے کے لیے تیاری بھی کرلی۔ مگر آپ کی بہن نے بوجہ بیماری اور آنکھ کے آپریشن کے اگلے سال جانے کا مشورہ دیا تو بڑے درد انگیز لہجے میں فرمایا۔ "آنکھوں کا کیا ہے آخر اندھے بھی تو حج کر ہی آتے ہیں"۔ اتنا کہنے کے بعد آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ گویا بزبانِ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ؎

نسیما جانبِ بطحا گذر کُن ! ٭ زِ احوالم محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) را خبر کُن

"ارمغانِ حجاز" میں اسی ذوق و شوق کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

؎ بایں پیری رہِ یثرب گرفتم ٭ نواخواں از سرورِ عاشقانہ
چُوں آں مُرغے کہ در صحرا سرِ شام ٭ کُشاید پَر بہ فکرِ آشیانہ

(حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں)

(جاری ہے)

ڈاکٹر خالد نور قادری

اسرارِ محبّت

اے مشتاقانِ جمالِ مصطفوی اندازہ تو کرو اسرارِ محبت بھی کتنے نرالے ہوتے ہیں
پروردگارِ عالم نے مکان و لامکاں کی وسعتوں کو اسم محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسم
اللہ جلّ جلالہٗ کی معیّت و مقاربت کا اعزاز و شرف تو عطا کیا ہی ہے۔ دیکھو کیسی مناسبت
بھی عطا کر دی ہے۔

(۱) اسمِ اللہ میں چار حرف ہیں۔ تو اسم محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی چار
(۲) اسمِ اللہ نقاط سے خالی ہے۔ تو اسم محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نقاط سے خالی
(۳) اسمِ اللہ میں ایک شدّ ہے۔ تو اسم محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ایک شدّ ہے
(۴) اسمِ اللہ میں ایک سکون ہے۔ تو اسم محمّد میں بھی ایک سکون ہے
(۵) اسمِ اللہ میں دو حرف احاد (ا، ہ) تو اسم محمّد میں بھی دو حرف احاد (ح، د)
(۶) اسمِ اللہ میں دو حرف عشرات (ل، ل) تو اسمِ محمّد میں بھی دو حرف عشرات (م، م)
(۷) اسمِ اللہ میں ایک جنس کے دو حرف (ل، ل) تو اسم محمّد میں بھی ایک جنس کے دو حرف (م، م)
(۸) اسمِ اللہ کے اعداد بھی جفت (۶۶) تو اسم محمّد کے اعداد بھی جفت (۹۲)
(۹) اسمِ اللہ کے اعداد کی اکائی دو پر تقسیم ہوتی ہے تو اسم محمّد کے اعداد کی اکائی بھی دو پر تقسیم ہوتی ہے
(۱۰) اسمِ اللہ کے اعداد کی دہائی تین پر تقسیم ہوتی ہے۔ تو اسم محمّد کے اعداد کی دہائی بھی تین پر تقسیم ہوتی ہے
(۱۱) اسمِ اللہ کے اعداد کی اکائی اور دہائی کو آپس (تو) اسی طرح اسم محمّد کے اعداد کی اکائی اور
میں ضرب (۶×۶ = ۳۶) دے کر دہائی کو آپس میں ضرب (۲×۹ = ۱۸)
آپس میں جمع کرو تو ۹ آتا ہے (۶+۳ = ۹) دے کر آپس میں جمع کریں تو ۹ آتا ہے (۸+۱ = ۹)
۹ کے عدد کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ فنا نہیں ہوتا اور اس سے بڑا کوئی عدد نہیں ہے

(باقی صـ ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں)